چند اہم اور ضروری امور

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

چند اہم اور ضروری امور

(فرمودہ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۲۹ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

حضور نے اول تو احباب کو ان ایام میں زیادہ عرصہ قادیان میں ٹھہرنے کی نصیحت فرمائی۔ پھر اس سال اپنے طویل عرصہ علیل رہنے کا ذکر کرتے ہوئے اس کام کا ذکر کیا جو قرآن کریم کے اردو نوٹوں کے مرتب کرنے اور ترجمہ انگریزی کے متعلق ہوا۔ اسی سلسلہ میں حضور نے حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب ایم اے کی تصنیف کردہ سیرت رسول کریم ﷺ کا ذکر کیا اور اس کے جلد شائع ہونے کی توقع دلائی۔

ان امور کے بعد حضور نے نہایت دردناک الفاظ میں حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر کیا اور ان کی خوبیاں بیان فرمائیں حضور نے فرمایا۔

میں سمجھتا ہوں میں ایک نہایت وفادار دوست کی نیک یاد کے ساتھ بے انصافی کروں گا اگر اس موقع پر حافظ روشن علی صاحب کی وفات پر اظہارِ رنج و افسوس نہ کروں۔ حافظ صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص اور بے نفس انسان تھے۔ میں نے ان کے اندر وہ روح دیکھی جسے اپنی جماعت میں پیدا کرنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواہش تھی ان میں تبلیغ کے متعلق ایسا جوش تھا کہ وہ کچھ کہلوانے کے محتاج نہ تھے۔ بہت لوگ مخلص ہوتے ہیں، کام بھی اچھا کرتے ہیں مگر اس امر کے محتاج ہوتے ہیں کہ دوسرے انہیں کہیں۔ یہ کام کرو تو وہ کریں۔ حافظ صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا وہ سمجھتے تھے گو خدا تعالیٰ نے خلیفہ مقرر کیا ہے مگر ہر مومن کا فرض ہے کہ ہر کام کی نگہداشت کرے اور اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے۔ وہ اپنے آپ کو سلسلہ کا ایسا ہی ذمہ دار سمجھتے تھے جیسا اگر کوئی مسلمان بالکل اکیلا رہ جائے اور

وہ سمجھے۔ یہ ان میں ایک نہایت ہی قابل قدر خوبی تھی اور اس کا انکار ناشکری ہوگی۔ یہ خوبی پیدا کئے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی کہ ہر شخص محسوس کرے کہ سب کام مجھے کرنا ہے اور تمام کاموں کا میں ذمہ وار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے چالیس مومن میسّر آجائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کر لوں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک محسوس کرے کہ مجھ پر ہی جماعت کی ساری ذمہ داری ہے اور میرا فرض ہے کہ ساری دنیا کو فتح کروں۔خدا کرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش سے بہت بڑھ چڑھ کر ایسے لوگ ہوں۔ جیسا کہ نبیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کی سنت ہے ایسے چالیس آدمی نہیں بلکہ لاکھوں میسر کر دے جن میں سے ہر ایک یہ سمجھے کہ آسمان اور زمین کا بار اُٹھانا اسی کا فرض ہے۔

پھر اس سال افراد کے لحاظ سے جماعت نے جو ترقی کی۔ وہ بیان کی۔ سماٹرا میں احمدیت کی ترقی، وہاں کے احباب کا حصولِ دین کی خاطر قادیان آنا اور احمدیہ مشن امریکہ کی کامیابی کا ذکر فرمایا۔

پھر مذبح قادیان کے واقعات کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کے متعلق احباب جماعت کے جوش کی تعریف فرمائی۔ سیاسی تحریکات کے متعلق فرمایا۔

ایسی تمام تحریکات جو قانون شکنی کا موجب نہ ہوں، فساد اور بدامنی پیدا نہ کریں، ان میں ہم شریک ہو سکتے ہیں اور دوسروں سے بڑھ کر ان میں حصہ لے سکتے ہیں کیونکہ مومن کا یہ بھی کام ہے کہ لوگوں کو ان کے حقوق دلائے۔ یہ اسلام کا حکم ہے مگر اس کے ساتھ ہی اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ شرارت نہ ہو، فساد نہ ہو، فتنہ نہ ہو۔ دنیا ہمیں خواہ کچھ کہے ہم سب کچھ برداشت کر لیں گے لیکن جو دین کا حکم ہے اسے ہم کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بعض لوگ گھبرا کر لکھتے ہیں اگر ہم دوسروں کے ساتھ ان کے ہر ایک کام میں شامل نہ ہوں تو وہ گالیاں دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ کیا تم لوگوں نے پہلے گالیاں نہیں کھائیں۔ اگر راستی اور امن کے قیام کے لئے لوگ برا بھلا کہیں تو کہہ لیں ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ ہاں ہم تمام ان تحریکوں میں جو قانون کے اندر ہوں ہر جائز خدمت اور جائز قربانی کرنے کیلئے تیار ہیں اور بحیثیت جماعت ان میں شامل ہو سکتے ہیں۔ البتہ افراد کا حق نہیں کہ آپ ہی آپ کسی تحریک میں شامل ہو جائیں جو گورنمنٹ سرونٹ نہیں وہ اس میں بھی شامل ہو سکتے ہیں مگر اپنے آپ

نہیں جماعت کے نمائندے بن کر جائیں۔ یہی حال مسلم لیگ اور دیگر سوسائٹیوں کا ہے کہ ان میں احمدی جماعت کے نمائندے ہو کر جائیں تا کہ ہماری پالیسی متحدہ طور پر ان کے سامنے آئے۔

سوراج کے متعلق لوگ پوچھتے ہیں کہ ہمارا کیا خیال ہے؟ اس کا جواب میں نے پہلے بھی دیا ہوا ہے اور اب بھی دیتا ہوں کہ پہلے سَوراج گھر سے شروع ہونا چاہئے اور نفس پر حکومت کرنا سیکھنا چاہئے۔ اگر یہ نہیں تو ملک تو الگ رہا ایک گاؤں کے لئے سَوراج حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ جن لوگوں میں درندگی اور وحشت ہو ان کو حکومت ملے تو وہ ایک دوسرے کو ہی پھاڑیں گے۔ چونکہ روز بروز ایسی تحریکیں نکلتی رہتی اور ایسے امور پیش آتے رہتے ہیں جن میں جماعت کو راہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے میں اپنی جماعت کے اخبارات کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہر ایسی بات کے متعلق فوراً مجھ سے پوچھ کر ہدایت شائع کر دیا کریں تا کہ لوگ دُبدھا [1] میں نہ رہیں۔ اس سے اخبارات کو بھی فائدہ ہوگا۔ وہ اَپ ٹو ڈیٹ (UP TO DATE) اور زیادہ دلچسپ بن جائیں گے اور لوگوں کو بھی فکر نہ رہے گی کہ کسی معاملہ کے متعلق انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہمارے اخبارات سمجھتے ہیں چونکہ دیگر امور کے متعلق ہم خبریں شائع نہیں کرتے اس لئے جماعت کو ان کا پتہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ لوگ دوسرے اخبارات بھی پڑھتے ہیں اور وہ اس بات کے محتاج ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے جماعت کا رویہ بیان کیا جائے۔

اس کے بعد حضور نے بیمہ کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوئے فرمایا۔

اس کے متعلق جماعت کے ایک خاص طبقہ میں ہیجان پایا جاتا ہے اور بڑی کثرت سے خطوط آتے ہیں کہ اس بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ حضور نے اس کے متعلق جس قدر تحقیق کی۔ اس کا بالتفصیل ذکر کرنے اور بیمہ کی مختلف صورتیں بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو تحریروں کی بناء پر یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ:۔

بیمہ کی وہ ساری کی ساری اقسام جو اس وقت تک ہمارے علم میں آچکی ہیں ناجائز ہیں۔ ہاں اگر کوئی کمپنی یہ شرط کرے کہ بیمہ کرانے والا کمپنی کے فائدہ اور نقصان میں شامل ہوگا' تو پھر بیمہ کرانا جائز ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے مختلف کمپنیوں کے نمائندوں سے گفتگو کر کے معلوم کیا ہے کہ موجودہ قواعد کے رو سے وہ اس قسم کا انتظام نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ جماعت کی

کاروباری ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور ان کا پورا کرنا ضروری ہے اس لئے میں چند دوستوں کے سپرد یہ کام کرنے والا ہوں کہ وہ ایسی سکیم بنائیں جس کی رو سے لوگ روپیہ جمع کر سکیں اور ضرورت کے وقت انہیں روپیہ مل سکے۔ اگر کوئی ایسی صورت نکل آئے اور کیوں نہ نکلے گی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مومنین کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کوئی جائز صورت ہی نہ رہے۔ اگر قانون دان اصحاب توجہ کریں تو ایسی کمپنی بنائی جا سکتی ہے جس میں روپیہ جمع کرانا ناجائز نہ ہو اور ضرورت کے وقت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس کے متعلق میں نے بھی ایک سکیم بنائی ہے۔ میں اس کے متعلق قانون دان اصحاب کی رائے سن کر دیکھوں گا کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ چونکہ یہ ضرورت بہت محسوس کی جارہی ہے اس لئے اس کا ضرور انتظام ہونا چاہئے۔ ہاں ایک طرح کا بیمہ جائز ہے اور وہ یہ کہ مجبوراً کرانا پڑے جیسے بعض محکموں میں گورنمنٹ نے ضروری کر دیا ہے کہ ملازم بیمہ کرائیں۔ یہ چونکہ اپنے اختیار کی بات نہیں ہوتی اس لئے جائز ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا ہے پراویڈنٹ فنڈ جہاں مجبور کر کے جمع کرایا جاتا ہے وہاں اس رقم پر جو زائد ملے وہ لے لینا چاہئے۔

اس کے بعد حضور نے مجلس مشاورت میں عورتوں کے حق نمائندگی کے متعلق فرمایا:-

ایک اور مسئلہ جس نے ہماری جماعت میں بہت شور برپا کر دیا ہے وہ مجلس مشاورت میں عورتوں کے حقوق کا مسئلہ ہے۔ میں نے مجلس مشاورت میں سوال پیش کیا تھا کہ عورتوں کو حقِّ نمائندگی ملنا چاہئے یا نہیں میرے نزدیک کسی مسئلہ کے متعلق اتنا جوش، جوش نہیں بلکہ دیوانگی پیدا نہیں ہوئی جتنی اس بارے میں پیدا ہوئی ہے۔ عورتیں ہیں تو کمزور مگر معلوم ہوتا ہے ان میں مردوں کو بہادر بنانے کا خاص ملکہ ہے۔ بعض دوستوں میں اتنا جوش پایا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اگر عورتوں کو حق نمائندگی مل گیا تو اسلام مردہ ہو جائے گا۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے فریق میں جوش نہیں دیکھا گیا لیکن عورتوں میں جوش ہے۔ الفضل میں ایک مضمون ان کے حقِّ نمائندگی کے خلاف جب چھپا تو لجنہ کی طرف سے میرے پاس شکایت آئی کہ اب ہم کیا کریں۔ جامعہ احمدیہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور وہاں حقِّ نمائندگی کے مخالفین کو کامیاب قرار دیا گیا ہے۔ میں نے کہا تم بھی میٹنگ کرو جس میں اس مسئلہ پر بحث کرو کہ مردوں کا مجلس مشاورت میں حقِّ نمائندگی ہے یا نہیں اور پھر فیصلہ کر دو کہ نہیں۔ جامعہ احمدیہ میں تو

بچوں کے مضامین کا فیصلہ کیا گیا ہے نہ کہ حق نمائندگی کا۔

اگرچہ یہ معمولی سوال نہیں ہے۔ اس میں غلطی بہت خطرناک ہو سکتی ہے۔ تاہم ایسا اہم بھی نہیں ہے کہ اگر عورتوں کو حق نمائندگی دے دیا جائے تو اسلام کو مُردہ قرار دینا پڑے۔ بے شک یہ سوال بہت اہم ہے مگر اس کا شریعت سے تعلق نہیں۔ شریعت سے ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مرد سے بھی مشورہ لیا اور عورت سے بھی۔ باقی رہا یہ کہ کس طریق سے مشورہ لینا چاہئے یہ نہ مردوں کے متعلق بتایا نہ عورتوں کے متعلق۔ یہ بات عورتوں کو حقّ نمائندگی نہ ملنے کا کوئی بڑے سے بڑا ممد بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ شریعت نے کہا ہے مشورہ کرو۔ آگے یہ کس طریق سے کیا جائے یہ ہم پر چھوڑ دیا کہ زمانہ کے حالات کے مطابق جس طرح مناسب ہو کرو۔ اگر رسول کریم ﷺ کے وقت اس طرح مشورہ کیا جاتا کہ شام، یمن، حلب وغیرہ علاقوں کے نمائندے آتے اور مشورہ میں شریک ہوتے تو ہو سکتا تھا مدینہ میں مشورہ ہی ہو رہا ہوتا اور پیچھے حملہ ہو جاتا۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کا یہ طریق تھا کہ نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرتے اور پھر مشورہ کر لیتے۔ بعد میں اس طریق کو بدلنا پڑا۔ پس طریقِ مشورہ بدلا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ شریعت میں موجود نہیں۔ یہ ہم نے حالات کے مطابق خود مقرر کرنا ہے۔ اس میں اگر غلطی کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ مگر شریعت دفن نہ ہوگی، وہ زندہ ہی رہے گی۔

یہ بات ہماری جماعت کے لوگوں کو اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ آج وہ زمانہ نہیں کہ کھڑے ہو کر کہہ دیا جائے عورتیں **نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ** ہیں اور اس کے یہ معنی کر لئے جائیں کہ عورتوں میں کوئی عقل نہیں۔ یہ معنی خود رسول کریم ﷺ کے عمل اور آپ سے بعد کے عمل سے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اگر اس کے یہی معنی ہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے ام سلمہؓ سے کیوں مشورہ لیا؟ اگر عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایسی عورتیں بھی ہوئی ہیں جنہوں نے کامل العقل مردوں کو عقل کے بارے میں شکست دی اور ان کے پایہ کے مرد نہیں ملتے۔ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں خاتَم النبیّٖن کے الفاظ آئے تھے ادھر حدیثوں میں **لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ**[۲] کے الفاظ موجود تھے۔ جوں جوں زمانہ نبوت سے بُعد ہوتا جاتا، ان سے یہ نتیجہ نکالا جاتا کہ رسولِ کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس خطرہ کے انسداد کیلئے کسی مرد کو توفیق نہ ملی

سوائے حضرت علیؓ یا ایک دو اور کے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھڑلّے سے فرماتی ہیں۔ **قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَ لَاتَقُوْلُوْا لَانَبِیَّ بَعْدَهٗ** [۳] یہ تو کہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب دیکھ لو اِس زمانہ کے مأمور نے کس کی تصدیق کی۔ ان کی جنہیں نَاقِصَاتُ الْعَقْل کہا جاتا ہے یا ان کی جو کَامِلُ الْعَقْل کہلاتے تھے۔ اگر اس وقت وہ یہ کہتیں کہ میں جسے نَاقِصَاتُ الْعَقْل میں شامل کیا جاتا ہے کیوں بولوں تو آج اس بارے میں کس قدر مشکلات پیش آتیں اور ہم کتنے میدانوں میں شکست کھاتے۔ جب ہم خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے یہ معنی پیش کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سے آپ کی غلامی میں نبی آ سکتا ہے تو کہا جاتا پہلے کسی نے یہ معنی کیوں نہ سمجھے۔ اب جب یہ کہا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیوی نے یہی معنی سمجھے تھے۔ دراصل **نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ** وَالدِّیْنِ نسبتی امر ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کم عقل رکھتی ہے۔ یعنی کامل سے کامل مرد سے کامل عورت عقل میں کم ہوگی اور دوسرے درجہ کے مرد سے دوسرے درجہ کی عورت کم ہوگی اور اس سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ بعض باتیں مردوں سے تعلق رکھنے والی ایسی ہیں جن میں عورتوں کو پیچھے رہنا پڑتا ہے جیسے لڑائیاں اور جنگیں ہیں۔ پس **نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ** نسبتی امر ہے۔ اور اس سے عورتوں کا حق نمائندگی نہیں مارا جا سکتا کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو سب کے سب اول درجہ کی عقل رکھنے والے مردوں کو حق نمائندگی ملنا چاہئے دوسروں کا حق نہیں ہونا چاہئے مگر مجلس مشاورت میں جو نمائندے آتے ہیں ان میں گو اعلیٰ درجہ کی عقل رکھنے والے بھی ہوتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ ان سے بڑھ کر بیسیوں مرد دوسرے مقامات پر موجود ہوتے ہیں اور مرد ہی نہیں بیسیوں عورتیں بڑھ کر ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک ایسا شخص جو کسی گاؤں سے آتا ہے اور مجلس مشاورت کا نمائندہ ہوتا ہے اس سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بہت سے ہماری جماعت کے مرد لاہور میں ہوتے ہیں مگر انہیں نمائندگی کا حق نہیں دیا جاتا۔ غرض عورتوں کو نمائندگی دینا ان کا حق ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کس طرح انہیں یہ حق دیں۔ میں سمجھتا ہوں الفضل کے مضامین پڑھ کر بعض لوگوں کو تو یہ خیال پیدا ہو گیا ہوگا کہ جہاد کا موقع آگیا ہے مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے عورتوں کا یہ حق ہے۔ ہاں سوال یہ ہے کہ کس طریق سے ان سے مشورہ لیا جائے تاکہ ان کا حق بھی زائل نہ ہو اور ان کے مشورہ سے ہم فائدہ بھی اٹھائیں۔

اس کے بعد حضور نے شارد اایکٹ [۴۸] کے متعلق فرمایا۔

بعض دوست سمجھتے ہیں اس نے شریعت پر حملہ کر دیا ہے اور بعض کہتے ہیں کوئی بھی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ مگر میں کہتا ہوں دونوں افراط و تفریط سے کام لے رہے ہیں۔ وہ بھی جن کا خیال ہے کہ یہ اسلام پر حملہ کیا گیا ہے اور وہ بھی جو یہ کہتے ہیں کہ اس سے کوئی نقصان نہیں۔ یہ اسلام پر ہرگز حملہ نہیں ہو امگر یہ بھی صحیح نہیں کہ اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ بے شک اسلام پر حملہ نہیں ہوا مگر مسلمانوں پر حملہ ضرور ہوا ہے اور اس سے خطرہ ہے کہ اور بہت سے نقصان نہ پہنچ جائیں۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ایک کمزور اور بے کس لڑکی کو نابالغی کی حالت میں بیاہ دینا بہت بڑا ظلم ہے اور اسے قوم اور جماعت کے لئے بیکار بنا دینا ہے۔ کوئی عقلمند اس کی تائید نہیں کرے گا اور نہیں کر سکتا لیکن نکاح اور میاں بیوی کے اجتماع میں فرق ہے۔ اجتماع تو نابالغی کی حالت میں کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا مگر دیکھنا یہ ہے کہ نکاح بھی کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ عورت کا بلوغت کے بعد نکاح ہو کیونکہ نکاح سے عورت مرد کی رضامندی کا تعلق ہے اور اگر بلوغت نہیں تو رضامندی کیسی۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ بِلا ضرورت بھی نابالغ کا نکاح جائز ہے تو ہم کہیں گے نکاح کی غرض جو شریعت نے قائم کی ہے وہ باطل ہو جاتی ہے۔ نکاح سے غرض تو یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے مُمِدّ ہونے کا عہد کریں اور یہ عہدِ نابالغی میں نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض حالات میں نابالغ کا نکاح کرنے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ مثلاً ایک ایسا شخص ہے جس کی ایک بیوی فوت ہو جائے اور دوسری سے اس کے نوجوان لڑکے ہوں اور وہ پسند نہ کرے کہ سوتیلی بہنوں کی ولایت سوتیلے بھائیوں کے سپرد کرے اور کسی اور کو ولی بنا کر وہ یہ بھی نہ چاہتا ہو کہ دوسروں پر ظاہر کرے کہ اس کے گھر میں تفرقہ ہے۔ وہ نابالغ لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے۔ مگر شریعت نے اس لڑکی کے لئے یہ رکھا ہے کہ اگر اسے یہ رشتہ ناپسند ہو تو بالغ ہو کر انکار کر دے اس طرح گویا نابالغ کا صرف لفظی نکاح ہو۔ کئی حالتوں میں یہ نابالغی کا نکاح ہی پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ میرے پاس کئی اس قسم کے بھی خطوط آتے ہیں کہ ماں باپ نے ہمارا نکاح فلاں جگہ کیا تھا ہمیں وہی جگہ پسند ہے لیکن دوسرے رشتہ دار وہ رشتہ چُھڑانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اور کئی احتمالات ممکن ہیں جن میں چھوٹی عمر کی شادی مفید ہو سکتی ہے مگر یہ شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ تاہم یہ ضرورت ہے کہ نابالغ کی شادی کرنے کی اجازت

ہو۔ مگر ایسی ضرورتوں کو بھی قربان کیا جا سکتا ہے اور شریعت نے یہ جائز رکھا ہے کہ جائز امر کا ناجائز استعمال اگر جائز کیا جائے تو اس میں روک ڈال دی جائے۔ حدیث میں آتا ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ تین طلاقیں اکٹھی دے کر پھر مل جاتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ شریعت کے ساتھ ہنسی ہے۔ اب اگر کوئی تین طلاقیں اکٹھی دے گا تو اسے پھر ملنے کی اجازت نہ ہوگی تو یہ جائز ہے کہ اگر کسی جائز بات کا ناجائز فائدہ اٹھایا جائے تو اس سے روک دیا جائے مگر اس کا فیصلہ خود مسلمان کریں دوسروں کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اگر اور دخل دیں گے تو دوسرے مسائل پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ مثلاً گائے کا ذبح کرنا مسلمانوں کیلئے جائز ہے۔ کل کو ہو سکتا ہے ہندو اس کے خلاف قانون پاس کر دیں۔ اسی طرح طلاق جائز ہے' ایک سے زائد بیویاں کرنا جائز ہے' ان کے خلاف بھی غیر مذاہب والے قانون پاس کر سکتے ہیں مگر ان مسائل میں دخل دینا کوئی مسلمان برداشت نہ کرے گا۔ ان وجوہات سے نابالغی کی شادی میں رُکاوٹ خطرناک ہے۔ مگر اس کا علاج یہ نہیں جو بعض لوگوں نے تجویز کیا ہے کہ دس دس سال کی لڑکیوں کی شادیاں کر دیں گے۔ یہ اپنا نقصان آپ کرنے والی بات ہے۔

اس کے بعد حضور نے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کو ایسے قانون کی ضرورت نہیں کیونکہ ان میں بچپن کی شادی کا بہت کم رواج ہے اور وہ بھی روز بروز دور ہو رہا ہے۔ پھر حضور نے ان امور کی تشریح فرماتے ہوئے جن کی اسلام میں اجازت ہے بتایا کہ بعض ایسی اجازتیں ہیں جن کا شریعت نے ضمناً ذکر نہیں کیا بلکہ انہیں شریعت کا جزو بنا لیا ہے اور کہہ دیا ہے یہ باتیں کرو تو ان کے متعلق یہ یہ حکم ہے۔ ان اجازتوں میں کسی کا دخل دینا بہت زیادہ بُرا ہے۔ بچپن کی شادی بھی انہی میں سے ہے۔ شریعت نے اس کی اجازت دی اور اس کے لئے بعض احکام بیان کئے کہ لڑکی بالغ ہو کر چاہے تو ایسی شادی سے انکار کر سکتی ہے۔ پھر اسی اجازت کی ایک قسم یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس پر خود عمل کیا ہو اور بچپن کی شادی ایسی ہی اجازت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس پر عمل کیا۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بچپن میں نکاح کیا۔ اور ۱۲ سال کی عمر میں ان کا رخصتانہ ہو گیا۔ یہ صحیح ہے کہ عرب میں بلوغت جلد ہو جاتی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قویٰ اعلیٰ درجہ کے تھے لیکن ان کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ کے ہاں تشریف لے گئیں۔ اب اگر ان کی عمر کے متعلق یہ انتظار کیا جاتا کہ ۱۷' ۱۸ سال کی ہو جاتی تو صرف ایک سال انہیں رسول کریم ﷺ کی

صحبت میں رہنے کا موقع ملتا اور دین کی بہت سی باتیں نامکمل رہ جاتیں۔ مگر جو عرصہ انہیں ملا اس میں انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔ اسی لئے ضروری تھا کہ رسول کریم ﷺ کے پاس انہیں ایسے وقت میں خدا تعالیٰ لاتا کہ وہ آپ کی صحبت سے فیض حاصل کر کے دنیا کو فائدہ پہنچا سکتیں۔ اس لئے انہیں جلد بالغ کر دیا۔ تو جس بات پر رسول کریم ﷺ نے عمل کیا اور جائز قرار دیا اس سے قطعاً روکنا بہت اہم ہے۔ میں تو اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ بچپن کی شادی سے روکو مگر عارضی جب تک کہ مسلمان اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں قطعی مت روکو۔

اب اس کے متعلق طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ کو بتایا جائے کہ اس قانون میں کیا کیا نقائص ہیں اور اس سے مسلمانوں کو کیا کیا خطرات ہیں۔ اگر گورنمنٹ یہ اقرار کرے کہ ایسی باتوں میں آئندہ دخل نہ دیا جائے گا تو پھر اطمینان ہو سکتا ہے اور ہم اسے برداشت کر لیں گے۔

اس کے بعد حضور نے مالی حالت کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

میں نے اپنی تحریک میں ذکر کیا تھا کہ سلسلہ پر مالی بوجھ پڑا ہوا ہے جو زمیندار جماعتوں کی وجہ سے ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان کے اخلاص میں کمی ہے بلکہ اس لئے کہ پے در پے ایسے حادثات ہوئے ہیں جن سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ مگر یہ بھی صاف بات ہے کہ سلسلہ کے کام جماعت نے ہی کرنے ہیں اس لئے باقاعدگی کے ساتھ چندہ ادا کرنا چاہئے۔ مجھے گمان نہیں بلکہ یقین ہے کہ پورے طور پر بعض جماعتیں اس طرف توجہ نہیں کرتیں کہ سب کو سلسلہ کا بوجھ اٹھانا چاہئے اس لئے سارا بوجھ چند جماعتوں پر پڑا ہوا ہے۔ میں سب دوستوں کو اور خصوصاً کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے طور پر جائزہ لیں اور دیکھیں کونسے دوست کم چندہ دیتے ہیں یا نہیں دیتے۔ اپنے آئندہ سال کے پروگرام میں ایسے لوگوں کی سستی اور کمزوری دور کرنا خاص طور پر رکھا جائے۔ جس طرح انہیں باقاعدگی کے ساتھ چندہ دینے کی عادت ہے اسی طرح دوسروں کو بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ہمت اور استقلال سے دوست کام کریں تو خدا تعالیٰ برکت دے گا۔ ابھی دیکھا ہے چندہ جلسہ سالانہ کے لئے تحریک کی گئی۔ باوجود اس کے کہ سردیوں میں کئی قسم کے بوجھ ہوتے ہیں۔ پھر یہاں آنے کے لئے بھی خرچ کی ضرورت تھی مگر دوستوں نے پوری توجہ کی۔ ۱۶ ہزار کے قریب روپیہ آ چکا ہے اور اگر وعدے ملائے جائیں تو ۱۸ ہزار بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے چندے بھی دوستوں نے ادا کئے ہیں۔

ایسی نظیر سوائے مخلصین کے اور کوئی نہیں پیش کر سکتا۔ بعض لوگوں کو ایک غلطی لگی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ یا جو سُست ہیں انہیں چندہ کی تحریک نہ کرنی چاہئے۔ اس سے انہیں ابتلاء آئے گا حالانکہ ایسے لوگوں کو مضبوط کرنے کے لئے قربانی کرانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ اپنے بھائیوں پر بدظنی ہے کہ اس طرح انہیں ابتلاء آجائے گا۔ میں نے کئی لوگوں کو جب یہ غلطی دور کرنے کے لئے لکھا اور انہوں نے کوشش کی تو عمدہ نتیجہ نکلا۔ اور پھر انہوں نے لکھا کہ آپ کی تحریک کی برکت سے ایسا ہوا۔ بے شک خدا تعالیٰ برکت دیتا ہے مگر اس میں ان کی کوشش کا بھی دخل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں سے جب چندہ مانگا گیا تو انہوں نے سال سال کا اکٹھا لا دیا۔ تو یہ اپنے بھائیوں کے متعلق بدظنی ہے کہ اگر ان سے چندہ مانگا گیا تو انہیں ابتلاء آجائے گا۔ پس میں جماعتوں کے کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں اور اگر وہ سُست ہوں تو دوسروں سے کہتا ہوں کہ چندہ کی ادائیگی میں ہر شخص سے باقاعدگی اختیار کرائیں۔ اس میں شُبہ نہیں کہ کامیابی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر جو ضرورتیں مال سے پوری ہو سکتی ہیں ان کے لئے مال کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ بعض جگہ کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری خود سُست ہوتے ہیں۔ جب کوئی تحریک کی جائے تو اسے اس لئے روک دیتے ہیں کہ اگر کسی کو چندہ دینے کے لئے کہا تو وہ کہے گا خود بھی لاؤ ایسی جگہ دوسرے دوستوں کو کھڑا ہو جانا چاہئے۔ ابھی میں نے حافظ روشن علی صاحب مرحوم کی مثال پیش کی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو دین کا رکھوالا سمجھے۔ اگر دیکھیں سیکرٹری یا پریذیڈنٹ سُست ہے تو خود کام کریں۔ کئی جماعتیں ایسی ہیں جہاں اسی وجہ سے نقص ہے۔ اگر ان سُست سیکرٹری یا پریذیڈنٹ کو بدل دیا جائے تو باقاعدہ چندہ آنے لگ جائے۔ پھر کئی جگہ چندہ میں کمی آپس کے فتنہ و فساد کی وجہ سے ہے کیونکہ دلوں کی عدم صفائی سے ایمان میں کمزوری آجاتی ہے۔ اول تو میں نصیحت کروں گا کہ ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں چاروں طرف دشمن ہی دشمن کھڑے ہوں آپس میں فتنہ و فساد نہ کرو بلکہ اگر کسی سے کوئی غلطی یا کمزوری سرزد ہو تو اسے معاف کرو' معاف کرو' پھر معاف کرو۔ لیکن اگر معاف نہیں کر سکتے اور سزا ہی دینا چاہتے ہو تو محبت والی سزا دو۔ کوئی کہے محبت والی سزا کیسی ہوگی۔ تو یاد رکھنا چاہئے۔ اصل سزا یہی ہے کہ سزا دیتے وقت بھی محبت ہو' کینہ اور بغض نہ ہو۔ پس اول تو معاف کرو' ایک دوسرے کی کمزوری سے درگذر کرو اور اگر معاف نہیں کر سکتے تو محبت اور پیار سے جماعت میں فیصلہ کرالو اور پھر جو فیصلہ ہو اسے مان

لو۔ اس طرح بھی جماعت کی بہت ترقی ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ سن کر رونا آتا ہے کہ آپس کی لڑائی جھگڑے کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی جاتی ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کا فرض ہے نہ کہ زید و بکر کا۔ اگر احمدیت میں غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوتی' میں تو جا کر مولوی ثناء اللہ جیسے لوگوں کے پیچھے بھی نماز پڑھتا اور بتاتا کہ ہمیں ان سے کوئی بغض یا کینہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اپنے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا جسے خدا نے ماں جائے بھائی سے بھی بڑھ کر تعلق والا بنایا ہے تو وہ اپنے ساتھ آپ دشمنی کرتا ہے۔ پس آپس کا تفرقہ دور کرو اور اتحاد پیدا کرو اس طرح بھی جماعت بہت ترقی کر سکتی ہے۔

مالی حالت کو درست کرنے کی ایک صورت وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الہام الٰہی سے مقرر فرمائی ہے اور وہ وصیت ہے۔ مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ عورت مرد ملا کر ابھی تک دو ہزار نے بھی وصیت نہیں کی حالانکہ جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے۔ احباب کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور یوں بھی بیت المال والے کسی نہ کسی طرح وصیت کے قریب قریب چندہ وصول کر ہی لیتے ہیں۔ مالی لحاظ سے ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے پارے اور رسول کریم ﷺ کی لائف (LIFE) بھی شائع ہو گی۔ اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ کم از کم تین ہزار تعداد چھپے تو سستی قیمت رکھی جا سکتی ہے۔ ابھی سے جماعتیں ذمہ داری لے لیں کہ اتنی اتنی تعداد وہ خود خرید لیں گی یا بِکوائیں گی۔ اس میں امداد کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بُک ڈپو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب خریدی جائیں اس طرح فنڈ جمع ہو سکتا ہے۔ انہی دنوں حوالہ دیکھنے کیلئے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح نکالی تو اس پر لکھا تھا بار چہارم چھپی۔ اور ایک ہزار تعداد تھی۔ اس طرح گویا وہ چار ہزار چھپی۔ اگر ہر شخص ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھتا تو کم از کم ایک لاکھ چھپ سکتی تھی۔ سب دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھنی چاہئیں کہ ان میں ہماری راہ نمائی کی گئی ہے۔

اب میں اس اہم فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کی طرف کم توجہ ہے۔ اور وہ تبلیغ ہے۔ پچھلے سال میں نے تحریک کی تھی کہ احباب اس میں خاص طور پر حصہ لیں اور کم از کم اپنے پایہ کا ایک ایک آدمی سال میں احمدی بنانے کا وعدہ کریں۔ اس قسم کا وعدہ دو سَو چھیاسی

دوستوں نے کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سے دوستوں نے یہ وعدہ پورا کیا مگر دفتر کے رجسٹر میں صرف سولہ آدمیوں کے نام درج ہیں۔ چونکہ ان کے نام جلسہ کے موقع پر سنانے کا میں نے وعدہ کیا تھا اس لئے سناتا ہوں۔ وہ نام یہ ہیں۔

۱۔ منشی چراغ الدین صاحب گورداسپور۔ ۲۔ نواب بی بی صاحبہ اہلیہ محمد علی صاحب فیض اللہ چک۔ ۳۔ دولت خان صاحب بیری۔ ۴۔ الطاف حسین صاحب اودے پور کٹیا۔ ۵۔ بہادر صاحب کھرپڑ۔ ۶۔ دولت خان صاحب کاٹھ گڑھ۔ ۷۔ ملک اللہ رکھا صاحب۔ ۸۔ محمد علی صاحب فیض اللہ چک۔ ۹۔ بابو احمد جان صاحب نینی تال۔ ۱۰۔ محمد عبدالرحیم صاحب رائے چور محبوب نگر۔ ۱۱۔ شیخ غلام حیدر صاحب تلونڈی راہوالی۔ ۱۲۔ خدا بخش صاحب جنرل سیکرٹری جماعت ہانڈو ضلع لاہور۔ ۱۳۔ نور دین صاحب احمدی ہانڈو۔ ۱۴۔ اللہ داد صاحب ہانڈو۔ ۱۵۔ مولوی امام الدین صاحب سیکھواں۔ ۱۶۔ میاں نانک صاحب سیکھواں۔

یہ رپورٹ صحیح نہیں۔ بہت زیادہ دوستوں نے وعدہ پورا کیا لیکن اگر سب نے بھی پورا کیا تو بھی دو سَو چھیاسی کی تعداد کتنی تھوڑی ہے۔ یہ بہت اہم فرض ہے اور ہر احمدی کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ میں نے مسلمانوں میں زندگی پیدا کرنے کے لئے ان کی سیاسیات میں دخل دیا' ان کے تمدنی معاملات میں حصہ لیا' ان کے معاشرتی امور کی طرف توجہ کی' ان کی تمدنی اصلاح کی کوشش کی مگر میں آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمان اگر زندہ ہونگے تو احمدی ہو کر ورنہ ان کی زندگی کی کوئی صورت نہیں۔ ان میں اتحاد نہیں' ان میں تنظیم نہیں' ان میں کام کرنے کی روح نہیں' ان میں زندہ رہنے کی خواہش نہیں' ان میں دیانت نہیں' ان میں شجاعت نہیں' ان میں غیرت نہیں' ان کی حرص بڑھی ہوئی ہے' ان میں تفرقہ پھیلا ہوا ہے' وہ بغض و کینہ کا شکار ہو رہے ہیں' وہ ایک دوسرے کے حسد کی وجہ سے کچھ کر نہیں سکتے۔ میں نے چاروں طرف ہاتھ مارے اور ہر ممکن کوشش کی کہ ان میں بیداری پیدا ہو' مگر میں مایوس ہو گیا اور آخر کار میری نظر اسی کمزور جماعت پر آکر ٹکی جو احمدی جماعت ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر پچیس لاکھ افراد کی جماعت بھی منظم اور احمدی ہو جائے تو مجھے ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہے کہ اس پر پہلے دن کا سورج نکلنے پر ہی یقیناً یورپ کے تمام فرقے تسلیم کر لیں گے کہ اسلام کے غالب ہونے میں شبہ نہیں۔ اب بھی عیسائیوں کی ایک بہت بڑی انجمن انگلش چرچ

مشنری سوسائٹی نے اپنے خاص اجلاس میں فیصلہ لکھا ہے کہ احمدی جماعت جہاں جہاں عیسائیت کا مقابلہ کر رہی ہے اسے شکست دے رہی ہے۔ کتنا بڑا اقرار ہے۔ مگر ہماری ہستی کیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اگر صرف پچیس لاکھ بھی احمدی ہوں تو ساری دنیا پر اسلام کو غالب کر سکتے ہیں۔ ہم موجودہ حالت میں بھی غالب ہونگے لیکن اس قدر تعداد ہونے پر دشمن سے دشمن بھی اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں مگر ان ۷ کروڑ مسلمانوں میں کچھ بھی دم نہیں۔ پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ احمدیت کی اشاعت ہو۔ اب پھر ایک دفعہ میں اپیل کرتا ہوں۔ اس وقت یہاں نام نہیں لکھے جائیں گے کیونکہ اس طرح تقریر رہ جائے گی دفتر میں نام بھیج دیئے جائیں۔ میں اپیل کرتا ہوں اور میرا اپیل کرنا کیا خدا تعالیٰ نے یہ حق رکھا ہے۔ میں تو ثواب میں شامل ہونے کے لئے کہتا ہوں کہ سارے احباب قطع نظر اس سے کہ ان کی بڑی پوزیشن ہے یا چھوٹی' اگلے سال کم از کم اپنے رتبہ کے ایک ایک آدمی کو احمدی بنائیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو ہر ایک کا درجہ بڑا ہے۔ یہ میں اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ اس طرح تمام طبقوں میں احمدیت پھیل جائے ورنہ جو بھی احمدیت میں آتا ہے خدا کے نزدیک اس کا بڑا درجہ ہے۔ پھر چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹے ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے جو بظاہر چھوٹا نظر آئے' اپنے علاقہ میں تغیر پیدا کرنے کے لحاظ سے بڑا ثابت ہو۔ پس دوست اپنے نام لکھا دیں ان کے نام اخبار میں درج کر دیئے جائیں گے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں۔ نام درج ہو جانے بھی بڑی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منارۃ المسیح کے متعلق اعلان کیا تھا کہ جو سو روپیہ دے گا اس کا نام منارہ پر لکھا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نام لکھا جانا بھی بڑی بات ہے تاکہ اگلی نسلیں ان کے نام یاد رکھیں اور جو لوگ روحانی مینار بنانے میں حصہ لیں گے ان کے نام کیوں نہ یاد رکھیں گے۔ پس اپنے اپنے نام دو تاکہ آئندہ نسلیں یاد رکھیں کہ انہوں نے روحانی مینار بنانے میں حصہ لیا تھا۔

میں نے دیکھا ہے نئی جماعتیں بہت کم قائم ہو رہی ہیں اس لئے ارادہ ہے کہ نئے علاقوں میں مبلّغ بھیجے جائیں جو وہاں رہیں اور تبلیغ کریں۔ دوست ان کی مدد کریں سیالکوٹ' گجرات' جالندھر' ہوشیار پور وغیرہ علاقوں کے دوست ایسے مقامات کے پتے دیں جہاں دس دس' پندرہ پندرہ میل میں کوئی احمدی نہیں مگر وہاں ان کی رشتہ داریاں ہوں تاکہ وہ اخلاقی مدد مبلّغوں کو دے سکیں۔ اگر ایسے علاقوں کے پتے آجائیں تو مبلغوں کو وہاں بھیجا جائے۔ میں نے

دیکھا ہے ہمارے مولویوں کو مخالفت برداشت کرنے اور گالیاں سننے کی عادت نہیں رہی۔ کیونکہ وہ ایسے ہی علاقوں میں جاتے ہیں جہاں احمدی ہیں مگر وہاں جلد ترقی نہیں ہو سکتی۔ جہاں نئی جماعتیں قائم ہوتی ہیں وہاں جلد احمدیت پھیل جاتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں دوست جلد ایسے حلقوں کے متعلق مجھے اطلاع دیں گے۔

یہ بھی ارادہ ہے کہ آنے والے سال میں اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا ٹور کروں۔ برہما کے دوستوں کا خیال ہے کہ میرے جانے سے اچھی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ بنگال کے دوستوں کی بھی مدت سے خواہش ہے کہ میں وہاں جاؤں۔ اگر یہ سفر تجویز ہو تو راستے کے بڑے بڑے شہروں میں بھی ٹھہر سکتے ہیں اور اگر یہ سفر کامیاب ہو تو اور علاقوں میں بھی جا سکتے ہیں۔ بھیرہ جانے کا ارادہ مدت سے ہے کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اول کا وطن ہے۔ عام مسلمانوں کی حالت روز بروز افسوسناک ہو رہی ہے۔ اسلام کی ہتک ہو رہی ہے مگر انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ ان میں مذہب کے متعلق کچھ بھی احساس نہیں ہے جو اسی طرح پیدا کیا جا سکتا ہے کہ تبلیغ احمدیت پر زور دیا جائے۔

اس وقت میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بعض مقامات کے متعلق شکایت آئی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سیرت کے متعلق جلسوں کے انعقاد میں چونکہ غیر احمدیوں سے کام لینا پڑا' اس لئے بعض لوگوں میں مداہنت پیدا ہو گئی ہے۔ میں کسی کا نام نہیں لیتا مگر ایسے لوگ خود اپنے نفسوں میں غور کر لیں۔ اگر اصل چیز ہی مٹ جائے تو پھر ایسے جلسوں اور ان میں تقریروں کا کیا فائدہ۔ ایسے جلسوں کے لئے مسلمانوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو آؤ یہ ہمارا متحدہ کام ہے تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ۔ اگر وہ شامل ہوں تو بہتر ورنہ ان کی منتیں اور خوشامدیں نہ کرو۔ اگر وہ رسول کریم ﷺ کی تعریف اور شان کے اظہار کے جلسوں میں شامل ہونگے تو برکات حاصل کریں گے اور اس کا فائدہ انہیں خود پہنچے گا۔ ہمارا ان کے شامل ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن یاد رکھو! ان کی بے جا رضامندی کے لئے اپنا دین تباہ نہ کرو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہاری ہدایت میں کسی کے گمراہ ہونے کی وجہ سے فرق آتا ہے تو گمراہ ہونے والے کی پرواہ نہ کرو۔ تم میں اگر کسی جگہ کوئی اکیلا ہی ہو اور اس کے ساتھ کوئی شامل نہ ہو تو وہ جنگل کے درختوں کے سامنے جا کر محمد ﷺ کی تعریف کرنا شروع کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اپنی ذمہ داری سے بَری سمجھا جائے گا اور اس کا نتیجہ بھی نکلے گا۔ لیکن کسی صورت اور کسی

حالت میں بھی مداہنت نہیں اختیار کرنی چاہئے بلکہ احمدیت کی تبلیغ کھلے بندوں کرنی چاہئے۔

اب کے سال یہ تجویز ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق تھا کہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد چھوٹے چھوٹے تبلیغی اشتہار شائع کرتے رہتے تھے۔ اب بھی اس طرح کیا جائے۔ ایسے اشتہارات دس ' بیس ' تیس ہزار شائع کئے جائیں۔ اس طرح امید ہے کہ نیا جوش پیدا ہو جائے گا۔ میرا ارادہ ہے اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو جنوری میں ہی ایک اشتہار شائع کر دیا جائے تاکہ دوست جاتے ہی اس کام کو شروع کر دیں۔

پچھلے سال میں نے قرآن کریم اور حدیث کے درس کی طرف احباب کو توجہ دلائی تھی اب پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جہاں جہاں درس جاری ہوا وہاں نمایاں ترقی کے آثار نظر آتے ہیں۔ وہاں کے احمدیوں کی اولادوں پر نمایاں اثر ہے۔ ابھی تک جہاں درس جاری نہیں ہوئے وہاں ضرور جاری کئے جائیں۔ خواہ کوئی کتنا تھوڑا پڑھا ہوا ہو ' درس جاری کرے تو خدا تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا اور خود اسے معارف سکھلائے گا۔ اس طرح درس دینے والے کو خود بھی فائدہ پہنچے گا اور دوسروں کو بھی۔ جہاں جہاں درس جاری ہیں وہاں کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ درس میں بڑے ہی شامل نہ ہوں بلکہ بچوں کو بھی شامل کیا جائے تاکہ بچپن سے ان کے دلوں میں دین کی محبت پیدا ہو۔ تھوڑی دیر درس ہو تاکہ وہ بے دل نہ ہوں اور اگر عام درس جاری نہ ہو سکے تو گھر میں بیوی بچوں کو ہی لے کر بیٹھ جانا چاہئے اور ایک رکوع اور اس کا ترجمہ سنا دیا جائے۔ احباب کم از کم تین ماہ ہی اس طرح کر کے دیکھیں کہ کیا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ترجمہ نہ آتا ہو تو مترجم قرآن سے ہی پڑھ دیا جائے۔

اب میں اپنی جماعت کے دوستوں کی توجہ اس طرف دلاتے ہوئے تقریر ختم کرتا ہوں کہ دنیا میں ترقی کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک دیوانگی اور دوسرا فرزانگی۔ بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی کہ یا تو انسان پاگل بن کر دنیا **وَ مَا فِيهَا** کو بھول جائے یا پھر عقل کے اس نقطہ پر پہنچ جائے کہ کوئی غلطی اس سے سرزد نہ ہو۔ یورپ کے لوگوں کو دیکھو جو کام وہ کرنا چاہتے ہیں اس کی سکیم تیار کرتے وقت باریک در باریک باتوں تک پہنچتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اس کام کے کوئی چیز ان کے پیش نظر ہی نہیں ہے۔ پس ترقی یا تو فرزانگی سے حاصل ہو سکتی ہے یا دیوانگی سے۔ دیوانگی کی ترقی وہ ہوتی ہے جو انبیاء کی جماعتیں حاصل کرتی ہیں۔ لوگ ان پر ہنستے ہیں کہ وہ اپنا مال برباد کر رہے ہیں۔ چنانچہ آتا ہے **قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَا**

اَمَنَ السُّفَهَآءُ [1] کفار کہتے ہیں۔ کیا ہم بھی ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے اموال تباہ کر رہے ہیں۔ میں نے دورانِ خلافت میں اس بات کے لئے پورا زور لگایا کہ درمیانی راستہ پر جماعت کو چلاؤں۔ کچھ کچھ دیوانگی ہو اور کچھ کچھ فرزانگی۔ مگر مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ مجھے نہ وہ کامیابی نظر آئی جو دیوانگی سے حاصل ہوتی ہے اور نہ وہ نظر آئی جو فرزانگی سے ملتی ہے۔ بے شک کامیابی ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوئی مگر وہ ایسی نہ تھی جو فرزانگی والی ہوتی یا جو دیوانگی والی ہوتی۔ آپ لوگ اپنے نفسوں میں غور کریں۔ جب ہم نے یہ کام کر کے چھوڑنا ہے جس کا ذمہ لیا ہے تو اب یا تو وہ راستہ اختیار کریں جو میں نے پیش کیا تھا اور میرے ساتھ تعاون کریں۔ یا پھر یہ فیصلہ کریں کہ پوری فرزانگی سے کام لینا ہے یا پوری دیوانگی سے۔ پھر جو بھی فیصلہ کریں اس پر سارے کاربند ہو جائیں۔ مگر اتنا یاد رکھیں فرزانگی کے لئے مال اور جتھے اور بہت بڑے نظام کی ضرورت ہے۔ بہر حال احباب اس بارے میں مشورہ دیں کہ وہ کس بات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد میں اس بات پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ ہمارے لئے سب سے بڑی چیز دعا ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے متعلق وہ روح کم نظر آتی ہے جو پہلے سالوں میں دیکھی جاتی تھی۔ کئی لوگ سمجھتے ہیں الحاح اور زاری کے ساتھ دعا کرنے سے ان کی بڑائی میں فرق آ جائے گا۔ کئی یہ خیال کرتے ہیں کہ جو بھی مانگیں اللہ تعالیٰ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ غلاموں کی طرح فوراً دے دے اور اگر اس میں فرق پڑے تو پھر ان کے نزدیک دعا کچھ نہیں۔ انہی دنوں ایک صاحب آئے جو کہنے لگے اگر کسی مقصد کے لئے دعا بھی کریں اور اس کے لئے تدبیر بھی کریں تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے۔ وہ مستری تھے میں نے ان سے کہا آپ ایک دروازہ لکڑی کا بناتے ہیں اور پھر اس پر پالش کرتے ہیں اگر کوئی یہ سمجھے کہ بغیر دروازہ مکان محفوظ رہ سکتا ہے تو یہ غلط ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ بغیر پالش دروازہ دیر تک محفوظ رہ سکتا ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعا سے وہ کام لیا جائے جو دوا کا ہے وہ ایسے ہی ہیں جو یا تو صرف پالش سے دروازہ بنانا چاہتے ہیں یا جو یہ کہتے ہیں کہ پالش کے بغیر دروازہ عرصہ تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ غرض بعض کبر کی وجہ سے دعا نہیں کرتے اور بعض قبول نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کوئی روحانی کامیابی بغیر دعا کے نہیں ہو سکتی اگر آپ لوگ روحانی کامیابی اور سلسلہ کی کامیابی چاہتے ہیں تو روزانہ دعاؤں میں اپنے آپ کو لگاؤ۔ میں خیال نہیں

کر سکتا کہ بغیر دعا کے کس طرح روحانیت قائم رہ سکتی ہے۔ میرا تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں مَیں دعا نہ کروں۔ پس ہر احمدی کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تاکہ وہ اخلاص' روحانیت اور قوت پیدا کرے۔ دنیاوی چیزوں کی اس کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں مل جائے مگر خدا تعالیٰ سوائے دعاؤں کے نہیں مل سکتا۔ بہت ہیں جو دروازہ پر پہنچ کر محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو ملنے کا دروازہ بغیر دعا اور عاجزی کے نہیں کُھل سکتا۔ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنے محبوب کے دروازہ پر پہنچ کر دروازہ نہ کھٹکھٹائے۔ خدا تعالیٰ کے ملنے کے دروازہ تک پہنچنا ہمارا کام ہے آگے دروازہ کھولنا اس کا کام ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ ایسے ہی امور ہیں جیسے کوئی اپنے محبوب کے دروازہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور دعا ایسی ہے جیسے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ پس دعائیں کرو' عاجزی اور زاری سے دعائیں کرو۔ ورنہ یاد رکھو روحانیت کے قریب بھی پہنچنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ**[2] کہ تمہارا ایمان لانا اور مال خرچ کرنا کسی کام نہیں آ سکتا اگر تم مجھے نہ پکارو گے۔ پکارنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے اور تمہیں ملنے کے بغیر چین نہیں آ سکتا۔ پس دعاؤں پر زور دو مگر اس کے ساتھ تدبیریں بھی کرو۔

حضور نے اس امر کا ذکر کرتے ہوئے کہ سب اصحاب کو تمام تقریریں باقاعدگی کے ساتھ سننی چاہئیں اور اگر کسی کو کوئی خاص ضرورت پیش آئے تو اسے چاہئے کہ جلد سے جلد ضرورت پوری کر کے جلسہ گاہ میں آ جائے فرمایا:

میرا خیال تھا کہ ہر ایک جماعت کے لئے جلسہ گاہ میں بلاک تقسیم کر دیئے جائیں اور جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری صاحب کو ذمہ وار قرار دیا جائے کہ وہ اپنی جماعت کو لے کر اس جگہ بیٹھیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ایسا انتظام کرنے کی ضرورت نہ پیش آنے دی جائے گی اور احباب جس مقصد کو لے کر یہاں آتے ہیں' اسے حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ (الفضل ۷۔ جنوری ۱۹۳۰ء)

---

[1] دُبدھا: شک و شبہ' پریشانی' گھبراہٹ' شش و پنج

[2] **بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل**

۳؎ تکملہ مجمع البحار جلد ۴ صفحہ ۸۵ حرف الزا ۔ مطبع نولکشور ۔ لکھنؤ

۴؎ شاردا ایکٹ: اجمیر کے ایک معروف شخص مسٹر شاردا رائے صاحب ہربلاس تھے۔ انہوں نے ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں کم سنی کی شادی کے خلاف مسودہ قانون پیش کیا تھا جو شاردا بل کے نام سے مشہور ہوا۔ اس بل سے مسلمان علماء نے شدید اختلاف کیا۔

(اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ا صفحہ ۸۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۵؎ سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب بقیة نسخ المراجعة بعد الطلیقات الثلاث

۶؎ البقرة: ۱۴ ۷؎ الفرقان: ۷۸